AL-ILM Journal

Volume 6, Issue 2

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title حقیقتِ محمدیہ ﷺ ۔اہلِ سیر کے نقطۂ نظر کا تنقیدی مطالعہ

Author (s): Dr. Samina Sadia
Dr. Farhat Azeez

Received on: 10 April, 2022
Accepted on: 20 October, 2022

Published on: 10 December, 2022
Citation: English Names of Authors, "Haqeeqat e Muhammadiya- Ahl e Sayyat ky Nuqta e Nazar ka Tanqeedi Mutalya", AL-ILM 6 no 2 (2022):54-73
Publisher: Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

حقیقتِ محمدیہ ﷺ ۔ اہلِ سیر کے نقطۂ نظر کا تنقیدی مطالعہ

ڈاکٹر ثمینہ سعدیہ*

ڈاکٹر فرحت عزیز**

Abstract

In the third century AH, where philosophical ideas and ideologies reached their peak among the Muslims, the same mystical ideas were also born. One of these theories is the Haqiqat e Muhammadia (S.A.W). At the end of the sixth century, Ibn Arabi first presented the Haqiqat e Muhammadia (S.A.W) in a philosophical way. Biographers were also influenced by this view of Ibn Arabi. Thus, in the ninth and tenth centuries AH, such biographers appeared who, in their books of biography of Seerah, described the subject of the Haqiqat e Muhammadia (S.A.W). Among these biographers are Allama Maqrizi, Imam Qastalani, Allama Shami. Allama Halabi, Allama Abu Baker Amiri. And Among the biographers of the subcontinent, Shah Waliullah, Abdul Haq Muhaddith Dehlvi, Maulana Ashraf Ali Thanwi have discussed this subject. Contemporary Seerah biographer Allama Tahir-ul-Qadri has written in detail on Haqiqat e Muhammadia (S.A.W). According to this theory, Allah created the Prophet (S.A.W) with His light and then created all creatures with it. Muhammad (S.A.W) is the first prophet in terms of creation and also in terms of prophethood. The ahadith in which these biographers have argued are either the MOZU or they contain extreme weakness of ZUAF. The argument from these ahadiths is not correct. The true view of Haqiqat e Muhammadia (S.A.W) is that his prophecy dates back to the time when Adam was in the creative stage and not the first in terms of creation.

Keywords: Ibne Arabi, Biographer, Seerah, Reality, Ahadiths

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں فن سیرت نگاری کے تاریخی جائزہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اس دور میں فن سیرت نگاری کا دارومدار زبانی روایت پر تھا گو کہ کچھ صحابہ کرامؓ اور تابعین کے پاس نبی اکرم ﷺ کے اقوال وارشادات تحریری صورت میں موجود تھے۔ ان ابتدائی سیرت نگاروں کا زیادہ رجحان مغازیِ رسول اللہ ﷺ کی جانب تھا۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں علامہ واقدیؒ، ابن سعد، ابن ہشام اور علامہ ابن جریر طبری نے سیرت نبویہ کے واقعات کو تاریخی تسلسل اور مربوط طریقے سے مدوّن کیا کہ یہ دور فن سیرت کا دور عروج بن گیا۔ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں واقعات سیرت پر کتب سیرت کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کے

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سینٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی، لاہور

معجزات و دلائل کو بعض مصنفین نے موضوعِ تحریر بنایا، چنانچہ مطالعہ سیرت کی ایک نئی جہت دلائل و خصائص نبوت کے عنوان سے سامنے آئی۔ اس ضمن میں امام بیہقیؒ اور امام ابو نعیم کی کتبِ دلائل النبوۃ قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ قاضی عیاض کی الشفا، عبد الملک بن عثمان الخرکوشی کی شرف المصطفی ﷺ اور ابن الجوزی کی الوفا بأحوال المصطفی ﷺ میں نبی اکرم کے خصائص اور معجزات کا ذکر ہے۔ لیکن ان تمام کتب میں ضعیف اور موضوع احادیث کی کثرت ہے۔ علامہ بیہقی اور ابو نعیم کی دلائل النبوۃ میں روایات کا سلسلہ اسناد موجود ہونے کی وجہ سے ان کو صحیح احادیث سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن قاضی عیاض کی الشفا اور ابن جوزی کی الوفا میں سلسلہ اسناد نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف اور موضوع احادیث کے مآخذ کا پتہ چلانا مشکل ہے۔

دوسری صدی کے اواخر اور تیسری صدی کے اوائل میں عباسی دور خلافت میں جب یونانی فلسفہ پر مشتمل کتب کو عربی زبان کے قالب میں ڈھالا گیا تو جہاں مسلمانوں میں فلسفیانہ افکار و نظریات عروج پر پہنچے وہیں صوفیانہ نظریات نے بھی جنم لیا۔ بعد ازاں ان نظریات نے باقاعدہ ایک علم کی شکل اختیار کر لی جسے تصوّف کہا جانے لگا۔ تصوف کے عظیم الشان مباحث میں اللہ تعالی کی ذات وصفات، وحدت الوجود اور وحدت الشہود اور حقیقتِ محمدی وغیرہ شامل ہیں۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا یہ نظریات بڑھتے اور پھلتے پھولتے چلے گئے۔ پھر معاشرہ اور ماحول کے زیر اثر یہ نظریات تغیر پذیر رہے۔۔ صوفیہ نے فلسفہ سے مقابلۃً زیادہ اثر قبول کیا۔ بلکہ اپنا ایک جداگانہ فلسفہ اختراع کیا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ صوفیہ میں بعض ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو ان کی نسبت فلسفہ سے قریب تر ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے بھی صوفیانہ افکار و نظریات اس حد تک ان پر غالب رہے کہ مراد ربانی خبط ہو کر رہ گئی۔ وحدت الوجود جیسے افکار و نظریات نے جہاں تفسیر قرآن کو متاثر کیا وہاں سیرت نگاری میں بھی ان افکار کی جھلک نظر آئی۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں: "پھر جب اہل علم نے، بالخصوص ارباب تصوف اور اساطین روحانیات نے اس پر غور شروع کیا تو انہوں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شخصیت کو تصوف کی اصطلاحات میں بیان کرنا شروع کیا۔ نور محمدی، حقیقت محمدیہ، برزخ کبری یہ تصوف کے بڑے بڑے موضوعات اور میدان ہیں۔ ان پر اکابر صوفیاء نے بہت کچھ لکھا ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ، مجدد الف ثانیؒ، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، شیخ محی الدین ابن عربی، ان سب حضرات نے روحانیات سیرت کو ایک الگ فن بنا دیا۔"[1]

چھٹی صدی ہجری کے اواخر اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں علامہ ابن عربی نے 'فتوحات مکیہ' میں پہلی مرتبہ حقیقت محمدی کے عنوان سے نبی اکرم ﷺ کی شخصیت کو تصوف کی اصطلاح میں بیان کیا۔ حقیقت محمدی سے متعلق بحث کرتے ہوئے ابن عربی فرماتے ہیں: " جب اللہ تعالی نے وجودِ حرکت فلک کے وقت زمانہ کے

ساتھ اجسام کے لیے ارواحِ محصورہ مدبرہ کو پیدا فرمایا تاکہ اللہ تبارک و تعالی کے نزدیک مدتِ معلوم کا تعین ہو جائے تو اس کی حرکت کے ساتھ زمانے کی پہلی تخلیق روحِ مدبرہ یعنی حضرت محمد ﷺ کی روح کو پیدا فرمایا پھر حرکات کے وقت ارواح کا صدور ہوتا رہا اور بغیر عالمِ شہادت کے عالمِ غیب میں آپ ﷺ کی روح مبارک کا وجود موجود تھا۔ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی نبوت کا علم عطا فرما کر اس کی بشارت دے دی تھی اور حضرت آدمؑ اس وقت نہیں تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت آدمؑ ماء و طین کے درمیان تھے اور حضرت محمد کے حق میں زمانہ اسمِ باطن کے ساتھ منتہی ہوا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کے وجود اور روحِ مبارک کا ارتباط ہو گیا تو زمانہ اپنے جاری ہونے میں اسمِ ظاہر کی طرف منتقل ہوا اور نبی اکرم ﷺ بذاتہ جسم و روح کے ساتھ ظاہر ہو گئے۔"[2]

ابنِ عربی نے مختصر الفاظ میں اسے فصوص الحکم میں بھی بیان کیا ہے۔[3]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:"و كان عليه السلام مبتدأ وجود العالم عقلاً و نفساً۔قال عليه الصلاة والسلام 'كنت نبياً و آدم بين الماء والطين' فيه بدئ الوجود باطنا و به ختم المقام ظاہراً"[4]

ابنِ عربی نے حقیقتِ محمدیہ کی ابتداء پر تفصیلاً بحث کی ہے۔ ان کے مطابق مخلوق کی ابتداء ھباء سے ہوئی۔ اور اس میں سب سے پہلے حقیقتِ محمدیہ رحمانیہ عرشِ رحمانی یعنی کہ عرشِ الٰہی پر مستوی تھی۔ سب سے پہلے اللہ تبارک و تعالی کی ذات موجود تھی اور اس کے ساتھ کچھ بھی موجود نہیں تھا۔ جب اللہ تعالی نے عالم کے وجود کا ارادہ کیا تو اپنی تجلیات سے حقیقتِ کلی جسے ھباء کہا جاتا ہے کو وجود دیا اور یہ کائنات میں پہلا وجود تھا پھر اللہ تعالی نے اپنے نور کی تجلیات اس ھباء کی طرف کی اور اس سے پوری کائنات وجود میں آئی۔۔۔۔۔اللہ تعالی نے اپنے نور کو مصباح یعنی چراغ سے تشبیہ دی۔ تو اس ھباء میں اس کے قبول کی طرف کوئی چیز نہ تھی سوائے حقیقتِ محمدیہ کے، جسے عقل سے موسوم کرتے ہیں۔ چنانچہ وجود میں نبی اکرم ﷺ سب سے پہلے ظاہر ہونے والے ہیں، اور آپ ﷺ کا وجودِ اقدس اس نورِ خداوندی اور ھباء اور حقیقتِ کلیہ سے ہے۔[5]

ابنِ عربی کے نزدیک کل عالم چار ہیں۔ اور ان میں سے "فأما العالم الأعلى فالحقيقة المحمدية و فلكها الحياة"[6] پس عالم اعلیٰ تو وہ حقیقتِ محمدیہ ہے اور اس کا فلک زندگی ہے۔ حقیقتِ محمدی کی اوّلیت پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اول ما خلق الله نوری (پہلے اللہ نے میرے ہی نور کو پیدا کیا)۔ آپ ﷺ کی اس سے مراد عقل اوّل ہے۔ چنانچہ دوسرے قول سے اپنے اس معنی کی تائید بھی کی

ہے کہ اول ما خلق اللہ العقل (پہلے اللہ نے عقل کو پیدا کیا) پھر اس کے بعد باقی نفوسِ ناطقہ فلکیہ اور عقول وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔[7]

حدیث اول ما خلق اللہ نوری باتفاقِ محدثین موضوع ہے۔[8] اسی طرح حدیث "اول ما خلق اللہ العقل" کو بھی محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی متعدد تصانیف میں اس حدیث کے موضوع ہونے پر حکم لگایا ہے۔ [9] صحیح احادیث کے مطابق سب سے پہلے عرش کی تخلیق ہوئی۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أن يخلق السموات وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ.[10] اور اس کائنات میں سب سے پہلی تخلیق قلم کی ہوئی۔جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَم. ثُمَّ قَالَ لَهُ اكْتُبْ، فَجَرَى فِي تِلْكَ السَّاعَةِ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَة [11]

ابن کثیرؒ کے مطابق:"**معلوم** ہوا کہ تقدیروں کی کتابت قلم کے ذریعے اس وقت ہوئی جبکہ عرش پانی پر موجود تھا۔لہذا عرش کی تخلیق قلم سے قبل ہوئی۔اور حدیث إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَم کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اس عالم میں سب سے پہلی تخلیق قلم کی ہوئی۔"[12]

بعد ازاں ابن عربی نے حقیقت محمدی کی جہت ربوبیت اور جہت بشریت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:حقیقت محمدی اسم الٰہی جامع کی صورت ہے۔اور وہی اسم جامع حقیقت محمدی کا رب ہے۔اور اسی سے کمالات کا فیضان ہوتا ہے اور تمام اسموں کی وہیں سے مدد ہوتی ہے۔اب جاننا چاہیے کہ وہی حقیقت عالم کی تمام صورتوں کو اس رب سے پال رہی ہے جو اس میں ظاہر ہے۔اور وہی رب الارباب ہے کیونکہ وہی ان مظہروں میں ظاہر ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاتحہ کتاب اور سورۃ بقرہ کی آخری آیتوں سے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت یہ ہے الحمد للہ رب العالمین پس اس میں رسول اللہ تمام عالم ارواح اور اجسام کے جامع ہوئے اور اس کو ربوبیت کہتے ہیں اور یہ آپ کی حقیقت کی جہت سے ہے اور بشریت کی جہت سے نہیں ہے کیونکہ بشریت کی جہت سے آنحضرت ﷺ بندہ اور مربوب اور اپنے رب کے محتاج ہیں۔چنانچہ اللہ تعالی نے اسی جہت کی طرف تنبیہ کی ہے۔قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ (تم کہہ دو کہ میں تمہارے مثل بشر ہوں لیکن میرے پاس وحی آتی ہے۔)اور فرمایا کہ وانہ لمّا قام عبداللہ یدعوہ (اور جب محمد اللہ کا بندہ کھڑے ہو کر ان کو حق کی دعوت دینے لگا)اس آیت میں اللہ نے آپ کا عبد اللہ کے نام سے اشارہ کیا کہ وہ اس اسم جامع کا مظہر ہیں اور کسی دوسرے اسم کا وہ مظہر نہیں ہیں۔اور جہت ربوبیت کی طرف آیت میں اشارہ کیا کہ وما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی (اور تم نے نہیں پھینکا جب تم نے پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا)اس میں ان کے

پھینکنے کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے۔ اور یہ ربوبیت اسی وقت متصور ہو سکتی ہے جبکہ ہر مستحق کو اس کا حق دیا جائے۔ اور عالم کی کل حاجت کے چیزوں کا فیضان اس سے پایا جائے۔ اور یہ بات بغیر پورے قدرت اور تمام صفات آلٰہیہ کے ممکن نہیں ہے اسی وجہ سے انہیں تمام اسماء پر حکومت حاصل ہے۔ اور اس سے وہ عالم میں ہر ایک کی استعداد کے موافق نصرت کرتے ہیں۔ اور جب یہ حقیقت دو جہت آلہیت اور معبودیت پر مشتمل ہے تو اس وجہ سے وہ تصرف ان کو بالاصالتہ صحیح نہیں ہے بلکہ بالتبعیت صحیح ہے اور وہ خلافت ہے۔ اسی وجہ سے اس حقیقت محمدیہ کو بھی مارنا اور جلانا، لطف و قہر، رضا اور سخط اور جمیع صفات حاصل ہیں تاکہ وہ عالم میں اور اپنے نفس میں اور اپنی بشریت میں بھی تصرف کر سکیں۔۔۔ اور رسول اللہ ﷺ کا رونا اور شکست خاطر ہونا اور دل تنگ ہونا ربوبیت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ وہ بھی آنحضرت ﷺ کی ذات کی اقتضاء تھی اور صفت بشریت کا ظہور تھا۔ اور آپ کے مرتبہ کی جہت سے آسمان اور زمین میں ایک دانہ رائی کے برابر بھی کوئی شے آنحضرت ﷺ کے علم سے نہیں چھپتی ہے۔ اور یہ قول آپ کا بشریت کی جہت سے تھا کہ انتم اعلم بامور دنیاکم (یعنی اپنے دنیاوی کاموں کے تمھی بڑے عالم ہو) حاصل یہ ہے کہ آپ کی ربوبیت عالم میں صفت آلٰہی سے تھی۔ جو آپ کا اصلی مرتبہ تھا۔ اور عجز و مسکینیت اور نقائص امکانی کے کل لوازمات بشریت کی جہت سے تھے جو آپ کو عالم سفلی میں تنزل کرنے اور عناصر کی تقیید میں حاصل ہوئے تھے تاکہ آنحضرت ﷺ اپنے ظاہر سے عالم ظاہر کے خواص پر محیط ہوں اور اپنے باطن سے عالم باطن کے خصائص پر حاوی ہوں اور اسی سبب سے آپ مجمع البحرین ہوئے اور آپ کی ذات مظہر العالمین ہے۔۔۔ اور اس حقیقت محمدیہ کا ظہور کمالات کے ساتھ پہلے ممکن نہ تھا۔ اس وجہ سے وہ حقیقت مخصوص صورتوں میں ظاہر ہوئی اور ہر ہر صورت ایک ایک مرتبہ سے مخصوص ہوئی اور وہ صورتیں ہر زمان اور وقت کے مرتبہ سے بہت مناسب اور لائق ہوئیں۔۔۔ اور وہی صورتیں انبیاء علیہم السلام کی صورتیں ہیں۔۔۔۔ پس وہ قطب جس پر احکام عالم کا دارومدار ہے اور ازل سے ابد تک دائرہ وجود کا مرکز ہے وہ ایک ہی ہے اور وہ حقیقت محمدیہ ہے۔[13]

ابن عربی کے اس نظریہ میں بھی عقیدہ وحدت الوجود کی طرح شرک کا عنصر موجود ہے۔ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کو اسماء الٰہی کا جامع اسم قرار دینا، آپ ﷺ کی ذات سے کمالات کا فیضان جاری ہونا، حقیقت محمدی کی جہت ربوبیت کے تحت آپ ﷺ کے ساتھ مارنا اور جلانا، رضا و سخط جیسی صفات ربوبیت کو منسوب کرنا، واضح شرک پر دلالت کرتے ہیں۔ ابن عربی کے نزدیک حقیقتِ محمدیہ کی جہتِ بشریت، جہتِ ربوبیت کے منافی نہیں ہے۔ دونوں جہات آپ ﷺ کی ذات میں بیک وقت موجود ہیں۔ یہ نظریہ عقل اور کائنات کے مسلّمہ اصولوں

کے بھی منافی ہے۔ جس طرح روشنی اور اندھیرا، بینا اور نابینا، عالم و جاہل برابر نہیں ہوسکتے اسی طرح خالق و مخلوق اور عبد و معبود بھی برابر نہیں ہوسکتے۔ مخلوق کی صفات مثلاً عجز، کمزوری اور محتاجی خالقِ کائنات ان صفاتِ انسانی سے مبراء ہے۔اسی طرح خالق کی صفات مثلاً مارنا اور جلانا ،نعمت و مصیبت وغیرہ مخلوق میں نہیں پائی جا سکتیں۔ارشاد باری تعالی ہے: لیس کمثلہ شیٔ اس کی مانند کوئی چیز نہیں ہے۔

ابن عربی کے اس فلسفیانہ نظریہ کے اثرات بعد کی کتب سیرت میں بھی نظر آتے ہیں۔چنانچہ نویں صدی ہجری اور اس کے بعد ایسے سیرت نگار منظر عام پر آئے جنہیں تصوف سے گہرا اشتغال تھا ان میں سر فہرست علامہ قسطلانیؒ(م ۹۲۳ھ)ہیں۔علامہ قسطلانیؒ نے اپنی کتاب المواہب اللدنیہ کا آغاز ہی حقیقت محمدیہ کے عنوان سے کیا ہے۔ امام قسطلانی کے علاوہ علامہ تقی الدین المقریزی (م۸۴۵ھ)،علامہ یحی بن ابو بکر العامری (م۸۹۳ھ)،امام سیوطی(م۹۱۱ھ)،علامہ شامی (م۹۴۲ھ)،علامہ الدیار بکری (م۹۶۶ھ)،علامہ حلبیؒ(م۱۰۴۳ھ) اور علامہ نبہانیؒ(م۱۳۵۰ھ)نے نبی اکرم ﷺ کے نبوت اور خلقت کے اعتبار سے مقدم ہونے پر بحث کی ہے۔

ان سیرت نگاروں کے مطابق تمام مخلوقات کی پیدائش سے قبل اللہ تعالی نے اپنے نور سے نبی اکرم ﷺ کے نور کو پیدا کیا اور پھر اس نور سے تمام عالم کو پیدا کیا۔اور یہ نور نسل در نسل تمام انبیاء کرامؑ میں منتقل ہوتا چلا آیا۔پھر آخر میں اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین کی صورت میں ظاہر کیا۔ان سیرت نگاروں نے اول ماخلق اللہ نوری[14] اورکنت نبیا وآدم بین الماء والطین[15] جیسی موضوع احادیث سے استدلال کیا۔اس دور کے تمام مؤلفینِ سیرت نے اپنی کتبِ سیرت کا آغاز ہی حقیقت محمدی ﷺ کے موضوع سے کیا ہے۔

علامہ قسطلانیؒ"المواہب اللدنیہ کے آغاز میں تحریر فرماتے ہیں:"جب اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کی ایجاد اور اس کے لیے رزق مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو انوار صمدیت سے حضرت احدیت میں حقیقت محمدیہ کو ظاہر کیا پھر اللہ تعالی نے حقیقت محمدیہ سے عالم علوی و سفلی کل عالموں کو اپنے حکم کی صورت پر جیسے کہ اس کے علم اور ارادۂ قدیم میں سبقت ہوئی تھی پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو آپ کی نبوت کی خبر اور رسالت کی بشارت اس وقت دی جب آدم علیہ السلام جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا روح اور جسد کے درمیان تھے پھر آپ سے ارواح کے چشمے جاری ہوئے پھر آپ ملاء اعلی میں کامل ظہور کے ساتھ ظاہر ہوئے پس آپ ان سب ارواح اور ملاء اعلی کے لیے شیریں چشمہ تھے۔پس آپ کائنات کی جمیع اجناس کی جنس اعلی ہیں اور تمام موجودات اور تمام لوگوں کے لیے اکبر باپ ہیں۔اور جب زمانہ جو آپ کے حق میں اسم باطن کے سبب عالم ملکوت میں تھا اس نہایت کو پہنچ گیا کہ آپ کے جسم مبارک کو وجود اور اس کا ارتباط آپ کی روح مبارک کے ساتھ ہوا تو زمانے کا حکم اسم ظاہر کی طرف

منتقل ہوا پس آپ ﷺ جسم وروح کی مجموعی حالت میں ظہور پذیر ہوئے۔ اگرچہ آپ کی خلقت اور انبیاء سے متاخر ہوئی ہے لیکن آپ کی قدر و قیمت پہچان لی گئی تھی۔"[16]

علامہ مقریزی لکھتے ہیں: "بعض عارفین باللہ کے بقول: جب اللہ تعالی نے اجسام کے لیے ارواح مدبرہ کو تخلیق کیا تو پہلے فلک کی حرکت سے زمانے کی تخلیق ہوئی۔ سب سے اول محمد ﷺ کی روح پیدا کی۔ پھر تمام حرکات فلکیہ سے ارواح فلکیہ نمودار ہوئیں۔ پس آپ کا وجود عالم غیب میں موجود تھا نہ کہ عالم شہود میں، اور اللہ تعالی نے آپ کو نبوت کی خبر دی جبکہ آدم ابھی مٹی اور پانی کے درمیان موجود تھے۔"[17]

دیگر سیرت نگاروں نے بھی حقیقت محمدیہ ﷺ پر بحث کرتے ہوئے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے قبل موجود کیے گئے۔ لہٰذا آپ ﷺ خلقت کے اعتبار سے بھی اول ہیں اور نبوت کے اعتبار سے بھی۔ نیز یہ کہ اللہ تبارک وتعالی نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے نور سے پیدا کیا۔ لہٰذا نورِ محمدی ﷺ کو تمام مخلوقات میں اولیت حاصل ہے۔ حقیقتِ محمدیہ کے اثبات کے لیے ان سیرت نگاروں نے بہت سی ضعیف اور موضوع احادیث بغیر نقد وتمیز کے نقل کر دی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اول مخلوق ہونے کے بارے میں سیرت نگاروں نے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کے راوی کعب الاحبار ہیں۔ روایت کے الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں:

☆لما أرادالله تعالى أن يخلق محمدا، أمر جبريل أن يأتيه بالطينة التى هى قلب الأرض وبهاؤها ونورها ---فعرفت الملائكة وجميع الخلق سيدنا محمدا وفضله قبل أن تعرف آدم عليهما السلام۔[18]

"جب االلہ تعالی نے محمد ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبریل کو حکم دیا وہ مٹی لے کر آئیں جو زمین کا قلب اور اس کی رونق اور اس کا نور ہے---پس ملائکہ اور تمام مخلوق نے محمد ﷺ اور ان کی فضیلت کو آدمؑ (کی پیدائش) سے پہلے پہچان لیا۔"

یہ روایت نہایت درجے کی ضعف کی حامل ہے۔ علماء حدیث نے اس روایت کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے چنانچہ علامہ زرقانی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: فهو اما عن الكتب القديمة لأنه حبرها أوعن المصطفى بواسطة فهو مرسل و تضعيف بعض المتاخرين جدا له باحتمال أنه من الكتب القديمة وقد بدلت غير مسموع فان التضعيف انما هو من جهة السند ۔(٩)[19]

"یہ روایت کتب قدیمہ سے لی گئی ہے کیونکہ اس کو کعب الاحبار نے روایت کیا ہے یا نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے بغیر واسطے کے نقل کیا ہے۔ تو اس صورت میں مرسل روایت ہوئی اور بعد میں آنے والے علماء نے اس کی شدت سے تضعیف کی ہے۔ اس احتمال کی بنیاد پر کہ یہ کتب قدیمہ سے لی گئی ہے اور بغیر سنے تبدیل کر دی گئی ہے، اس حدیث میں ضعف سند کے اعتبار سے ہے۔"

حقیقت محمدیہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی اولیت کے اثبات کے ضمن میں اھل سیر نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں وہ مشہور حدیث بھی نقل کی ہے کہ جس میں اللہ تعالی نے فرمایا: "لولاک لما خلقت الافلاک"۔ یہ حدیث متن کے خفیف اختلاف کے ساتھ مختلف علماء نے نقل کی ہے۔

ابن طغربک کی المولد الشریف کے حوالے سے امام قسطلانی لکھتے ہیں:

ویروی أنه لما خلق الله آدم ألهمه أن قال : یارب لم کنیتنی أبا محمد ، قال الله تعالی یا آدم ارفع رأسک، فرفع رأسه فرأی نورمحمد ﷺ فی سرادق العرش فقال: یارب ماهذا النور؟ قال هذا نور نبی من ذریتک اسمه فی السماء أحمد وفی الأرض محمد ، لولاه ماخلقتک ولا خلقت سماء ولا أرضا۔[20]

"اور مروی ہے کہ جب اللہ تعالی نے آدمؑ کو پیدا فرمایا تو انہیں الہام کیا۔ پس انہوں نے کہا اے میرے رب آپ نے میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا اے آدم۔ اپنا سر اٹھاؤ، پس انہوں نے اپنا سر اٹھایا، اور عرش کے پاؤں پر نورِ محمدی کو دیکھا تو پوچھا اے میرے رب یہ کیسا نور ہے، اللہ نے فرمایا یہ تیری اولاد میں سے اس نبی کا نور ہے جس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے، اگر ان کو نہ پیدا کرنا ہوتا تو نہ تم کو پیدا کرتا اور نہ ہی آسمانوں اور زمین کو۔"

اوّل یہ کہ علامہ قسطلانیؒ نے یہ حدیث میلاد کی کتاب سے نقل کی ہے۔ چھٹی صدی ہجری میں میلاد کی مجالس کی غرض سے جتنی کتب لکھی گئی تھیں ان میں زیادہ تر بے سروپا روایات ہیں۔ دوم یہ کہ مصنف نے اسے بصیغہ 'یُروی' بیان کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ خود مصنف کو بھی اس کی صحت میں کلام ہے۔ محدثین میں سے علامہ شوکانی، علامہ طاہر الہندی، علامہ عجلونی، ملا علی القاری، امام صغانی اور مسعود عالم قاسمی نے حدیث "لولاک لما خلقت الافلاک" کی تردید کی ہے۔[21]

علامہ قسطلانیؒ کے مطابق اللہ تعالی نے اپنے نور سے نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے نور کو پیدا کیا، لہذا نور محمدی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو تمام مخلوقات میں اوّلیت حاصل ہے۔ اس ضمن میں علامہ نے عبد الرزاق کی مصنف کے حوالے سے ایک حدیث بطور دلیل پیش کی ہے۔ جس کے الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں:

يا جابر اوّل ماخلق الله نورنبيك من نوره ---الى آخره۔[22]

"اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالی نے تیرے پیغمبر کا نور اپنے نور سے پیدا کیا اس کے بعد ذکر ہے کہ اس نور کے چار حصے ہوئے اور انہی سے لوح و قلم، عرش و کرسی، آسمان و زمین اور جن وانس کی پیدائش ہوئی۔"

سیرت نگاروں نے اس حدیث کو عبد الرزاق کے حوالے سے نقل کیا ہے حالانکہ مصنف عبد الرزاق میں یہ حدیث موجود نہیں۔ جن لوگوں نے اس حدیث کو عبد الرزاق کے حوالے سے نقل کیا ہے ان میں الدیار بکری اور امام عجلونی شامل ہیں۔[23] حدیث کی مستند اور معتبر کتب میں اس حدیث کا کوئی وجود نہیں ہے۔ محمد مسعود عالم قاسمی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

"المواہب اللدنیہ میں یہ روایت تفصیل سے آئی ہے۔ مگر یہ روایت درست نہیں۔ قصہ گو حضرات نے گھڑی ہے۔"[24]

نور محمدی ﷺ کی اولیت کے حوالے سے دوسری حدیث جسے ابن مرزوق نے علی بن حسین سے روایت کیا ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: كنت نورا بين يدى ربى قبل خلق آدم بأربعة عشرألف عام ۔[25]

"میں آدمؑ کی پیدائش سے چودہ ہزار سال قبل اپنے رب کے سامنے ایک نور تھا۔"

حدیث مذکور کو امام قسطلانی اور امام عجلونی نے بروایت علی بن حسین عن أبیہ عن جدہ بیان کیا ہے جبکہ مصنف تاریخ الخمیس اور علامہ سیوطی نے الدر المنثور میں بروایت ابن عباس بیان کیا ہے۔ علامہ قسطلانی، امام عجلونی اور دیار بکری نے "كنت نورا بين يدى ربى" کے الفاظ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ جبکہ علامہ سیوطی نے الدر المنثور میں اور ابن حجر نے المطالب العالیۃ میں "أن قريشا كانت نورًا بين يدى الله" کے الفاظ سے اس حدیث کو شروع کیا ہے۔ بقیہ حدیث کا متن ایک جیسا ہے۔ احادیث کی مستند و معتبر کتب میں اس حدیث کا پتہ نہیں ملتا۔

نور سے متعلق ایک اور روایت "وفى الخبر" کے الفاظ سے شروع کی ہے۔ جس میں ہے کہ جب اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس نور کو اس کی پشت میں رکھ دیا۔ پس وہ نور ان کی پیشانی پر چمکتا تھا۔[26] وغیرہ

نور سے متعلق ایسی روایات کے بارے میں علامہ سید سلیمان ندوی تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "روایتوں میں ہے کہ یہ نور پہلے ہزاروں برس سجدہ میں پڑا رہا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کے تیرہ تار جسم کا چراغ بنا پھر آدمؑ نے مرتے وقت شیثؑ کو اپنا وصی بنا کر یہ نور ان کے سپرد کیا۔ اس طرح یہ درجہ بدرجہ ایک سے دوسرے پیغمبر کو سپرد ہوتا ہوا حضرت عبد اللہ کو سپرد ہوا اور حضرت عبد اللہ سے حضرت آمنہ کو منتقل ہوا۔ نور کا سجدہ میں پڑے

رہنا اور اس کا موجود ہونا بالکل موضوع ہے اور نور کا ایک وصی سے دوسرے وصی کو درجہ بدرجہ منتقل ہوتا رہنا بے سروپا ہے۔"[27]

ایک روایت میں ہے کہ یہ نور جب عبد المطلب کو سپرد ہوا تو وہ ایک دن خانہ کعبہ میں سوئے ہوئے تھے۔ سو کر اٹھے تو دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سرمہ اور بالوں میں تیل لگا ہوا ہے۔ اور بدن پر جمال و رونق کا خلعت ہے۔ یہ دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔ آخر کار ان کے باپ ان کو قریش کے ایک کاہن کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا کہ آسمانوں کے خدا نے اجازت دی ہے کہ اس لڑکے کا نکاح کر دیا جائے اس نور کے اثر سے عبد المطلب کے بدن سے خوشبو آتی تھی۔ اور وہ نور ان کی پیشانی پر چمکتا تھا۔ قریش پر قحط وغیرہ کی جب کوئی مصیبت آتی تو اس نور کے وسیلہ سے وہ دعا مانگتے تھے تو قبول ہوتی تھی۔[28]

یہ روایت علامہ قسطلانی نے کعب احبار کے حوالے سے نقل کی ہے۔ اول تو یہ سلسلہ ایک تابعی تک موقوف ہے۔ آگے کی سند نہیں۔ مزید بر آں کعب احبار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اسرائیلی روایات بکثرت بیان کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے محدثین نے ان کی روایات کے قبول کرنے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ اس روایت کے سلسلہ سند میں ایک راوی ابو بکر بن ابی مریم باتفاق محدثین ضعیف ہے۔[29]

علامہ قسطلانی نے ایک اور روایت ابن طغربک کی "النطق المفہوم" سے نقل کی ہے:

"جب ابرہہ کے ہاتھی نے عبد المطلب کے چہرے کی طرف دیکھا تو یوں بلبلایا جیسے کہ اونٹ بلبلاتا ہے۔ اور سجدہ میں گر پڑا۔ اللہ تعالی نے ہاتھی کو قوتِ گویائی عطا کی پس اس نے کہا اے عبد المطلب تیری پشت میں جو نور ہے اس پر سلام۔"[30]

مؤلف نے اس حدیث کا سلسلہ سند بیان نہیں کیا اور صیغہ مجہول کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو خود بھی اس حدیث کی صحت میں شبہ ہے۔ جیسا کہ علامہ زرقانی نے تصریح کی ہے: "اور یہ روایت اللہ بہتر جانتا ہے قول مردود معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت واقعہ فیل کے چالیس یا پچاس سال بعد ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے مصنف نے اسے صیغہ تمریض کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس روایت سے برأت کا اظہار کیا ہے۔"[31]

علامہ قسطلانی نے نورِ محمدی سے متعلق ایک اور روایت صیغہ مجہول کے ساتھ شروع کی ہے۔

وقیل ان اللہ تعالی لما خلق نورنبینا محمد ﷺ ---قال اللہ تعالی اشھد علیکم قالوا نعم۔[32]

"جب اللہ تعالی نے ہمارے نبی ﷺ کے نور کو پیدا کیا تو اسے حکم دیا کہ وہ تمام انبیاء کے انوار کی طرف دیکھے پس آپ کا نور ان سب پر غالب آ گیا۔ اللہ نے ان انبیاء کو قوت گویائی عطا کی وہ عرض کرنے لگے اے ہمارے رب! یہ

کس کا نور ہے جس کے آگے ہمارے انوار ماند پڑ گئے۔ اللہ تعالی نے فرمایا یہ نور محمد بن عبد اللہ کا ہے اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو ہم تمہیں نبی بنائیں گے۔ سب نے بیک زبان عرض کیا اے رب! ہم ان پر اور ان کی نبوّت پر ایمان لائے۔ اس پر حق تعالی نے فرمایا! میں تم پر گواہ ہوں۔"

مؤلف نے یہ روایت بغیر کسی ماخذ کا حوالہ دیے صیغہ مجہول یعنی' وقیل' کے ساتھ شروع کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو خود بھی اس روایت کی صحت کا یقین نہیں ہے۔

ابن عربی کے فلسفہ حقیقتِ محمدی اور نورِ محمدی نے جہاں عربی ادب کے سیرت نگاروں کو متاثر کیا وہیں برصغیر کے ادبِ سیرت پر بھی اس کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کی گرانقدر کتب میں سے ایک فیوض الحرمین ہے جو آپ کے مکاشفات و مشاہدات پر مبنی ہے۔ ان مشاہدات میں نور محمدی اور حقیقت محمدی کو بھی بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے جوہر روح اور عادات نفس اور حیات و فطرت کے باعث تدلی عظیم کے مظہر ہو گئے اور وہ چیزیں جو بشر کے اوپر انبساط کر جاتی ہیں کہ جن میں ظاہر اور مظہر کی تمیز کرنا مشکل ہو جاتی ہے اور یہی وہ تدلی عظیم ہے جسے صوفیائے کرام حقیقت محمدیہ بولا کرتے ہیں اور یہی وہ تدلی ہے کہ جسے صوفیاء قطب الاقطاب اور نبی الانبیاء کہتے ہیں اور اس کی حقیقت اس تجلی کا صورت بشریہ میں ظاہر ہونا ہے۔"[33]

شاہ صاحب کے نزدیک اصلاً حقیقت محمدی سے مراد اولین تخلیق الٰہی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "تمام اسماء کی معرفت بالآخر اسم اعظم پر جا کر منتہی ہوتی ہے اور وہ زبانِ شریعت ہے، زبان تصوف میں وہ حقیقتِ محمدی اور زبان اشراق میں عقل اول ہے۔"[34]

شاہ عبد الحق محدث دہلوی اور مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتب سیرت کا آغاز ہی اسی موضوع سے کیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے تمام روایات المواہب اللدنیہ سے نقل کی ہیں۔ متاخر سیرت نگاروں میں سے علامہ طاہر القادری نے نور محمدی کی تخلیق اور اولیت کے اثبات میں المواہب اللدنیہ اور سیرت حلبیہ کے حوالے سے روایات نقل کی ہیں۔

شاہ عبد الحق محدث دہلوی مقدمہ کتاب میں لکھتے ہیں: "آپ ﷺ اول اس لیے ہیں کہ عالم وجود میں سب سے پہلی تخلیق آپ ﷺ ہیں (کہ حدیث میں آیا ہے) اول ما خلق اللہ نوری' اللہ تعالی نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا۔ آپ ﷺ نبوت میں بھی سب سے اول ہیں۔ (کیونکہ حدیث میں ہے) کنت نبیاً و ان آدم لمنجدل فی طینتہ' میں اس وقت نبی تھا جب آدم اپنے خمیر میں تھے۔"[35]

مولانا اشرف علی تھانوی نے سیرت کا آغاز ہی حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث سے کیا ہے جس میں آپ ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ مولانا اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باَولیت حقیقیہ ثابت ہوا۔ کیوں کہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اوّلیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نورِ محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔"[36]

علامہ طاہر القادری نور محمدی کی اوّلیت کے بارے میں لکھتے ہیں: "میں نے وجود محمدی ﷺ کو نور کی صورت میں اس وقت پیدا فرمایا جب کائنات ہست و بود اور عالم رنگ و بو میں کچھ بھی نہ تھا، عرش سے فرش تک کسی نوری یا مادی وجود کا کوئی نقش و نشان نہ تھا، ابھی نظام کن فیکون کا اجراء بھی نہ ہوا تھا۔ میں نے اپنی شان خلاقیت کا سب سے پہلا مظہر نور محمدی کو بنایا۔ یہی نور میرے نظام خلق و تکوین کا پہلا نقش تھا۔ یہی نور میرے پرتوِ حسن و جمال کا پہلا محل تھا، یہی نور میری توجہ ذات کا پہلا مرکز تھا۔ اس وقت عالم امر و خلق میں سوائے اس نور محمدی کے کچھ بھی نہ تھا سو میں نے اسے مدتوں اپنے حجابات عظمت میں رکھا اور براہ راست اپنے انوار ذات سے اس کی پرورش و تربیت فرمائی۔ پھر طویل زمانوں کے بعد (جن کا عرصہ اور مدت اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا) جب ارواح انبیاء کی تخلیق عمل میں آچکی تو اس نور محمدی کو عالم ارواح میں منتقل کیا گیا۔ پھر اسے وہیں شرف نبوت سے بہرہ یاب فرما کر ارواح انبیاء کے لیے منبع فیض بنایا گیا۔ ارواحِ انبیاء کو اس نور کی معرفت کروائی گئی ان سے اس کی نبوت کی تصدیق کروائی گئی۔"[37]

ابن عربی کے فلسفہ حقیقت محمدیہ کے تتبع میں سیرت نگاروں نے بحث کرتے ہوئے نور محمدی کو نورِ الٰہی سے صادر قرار دیتے ہوئے حقیقت محمدی کو بشری صورت میں حقیقت الٰہیہ کی صورت قرار دے دیا۔ گویا حقیقت محمدیہ ہی مرکز کائنات اور سرچشمہ علم و معرفت ہے۔ تمام انبیاء حقیقت محمدی کی خاص صورتیں تھیں۔ جو اپنے اپنے زمانہ میں ظاہر ہوتی رہیں بعد ازاں اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو کامل صورت کے ساتھ تخلیق فرمایا لیکن حضرت احدیت میں آپ ﷺ جسم و روح کے ساتھ پہلے سے موجود تھے۔ اس نظریہ کے اثبات کے لیے اہلِ سیر کی نقل کردہ روایات موضوع یا پھر شدید ضعف کی حامل ہیں۔ دین کے امورِ ثابتہ اور عقائد کے اثبات کے لیے ان احادیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

حقیقت محمدیہ کا صحیح تصور تقدمِ نبوت محمدی

صوفیہ کے عقیدہ حقیقت محمدی اور نور محمدی کی اولیت کی بنیاد جن احادیث پر ہے ان میں سے اکثر موضوع یا پھر شدید ضعف کی حامل ہیں۔ صحیح احادیث کے مطابق آدم علیہ السلام جب مٹی کی صورت میں تھے تب آپ ﷺ

کے لیے نبوت واجب ہو چکی تھی۔ یہی حقیقت محمدیہ کا صحیح تصور ہے۔ اور حقیقت محمدیہ کی شان اور امتیاز ہے کہ اللہ تعالی نے تمام ارواح انبیاء سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کرنے کا میثاق لیا۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ (81) [38]

احادیث نبویہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اولیت پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انی عند الله لخاتم النبيين، وان آدم لمنجدل فی طینته۔[39] "میں اللہ کے نزدیک اس وقت سے نبی ہوں جب آدم علیہ السلام مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔"

میسرة الضبیؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ کب سے نبی تھے؟ فرمایا جب آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔[40]

حضرت ابو هریرةؓ سے روایت ہے صحابہ کرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی فرمایا: اور آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔[41]

جہاں تک حدیث "كنت أول الأنبياء خلقاً وآخرهم بعثاً" کا تعلق ہے جس سے صوفیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اول مخلوق ہونے پر دلالت کرتے ہیں تو اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کی تخلیق تمام ارواح بشر سے قبل ہوئی۔ علامہ قسطلانی 'المواهب اللدنیہ' میں امام غزالیؒ کا قول نقل کرتے ہیں: یہاں خلق سے مراد تقدیر ہے نہ کہ ایجاد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت سے قبل موجود مخلوق نہیں تھے اور لیکن آپ کے غایات و کمالات پہلے سے تقدیر میں موجود تھے۔ اور اشیاء وجود میں لاحقہ ہیں۔ یہ متقدمین کے اس قول کا معنی ہے کہ اول فکر کا آخر عمل کا ہے اور آخر عمل کا اول فکر ہے۔ نیز یہ کہ مہندس جب مکان بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو اول جو شے اس کے نفس میں صورت پکڑتی ہے وہ مکان کی صورت ہوتی ہے۔ پس مہندس کے اندازہ کرنے میں ایسا مکان کہ مکمل عمارت کی صورت میں (اس کے ذھن میں) حاصل ہو جاتا ہے۔ اور مہندس کے اعمال کے آخر میں جو شے پائی جاتی ہے وہ کامل مکان ہے۔ پس کامل مکان مہندس کے حق میں تقدیراً اول اشیاء ہے اور وجود میں آخر اشیاء ہے۔"[42]

امام غزالی کے نزدیک مکان کے لیے دو وجود ہوتے ہیں۔ ایک وجود مہندس کے ذہن اور دماغ میں، جسے وہ وجودِ ذہنی کہتے ہیں اور دوسرا وجود خارجی عینی ہے یعنی کہ جب مکان مکمل ہو جاتا ہے۔ اور یقیناً وجود ذہنی، وجود خارجی

سے پہلے ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالی کے حق میں وجود ذہنی کا ہونا چونکہ محال ہے۔لہذا ہم اسے اللہ کے حق میں ارادۂ الٰہی کا سابق ہونا قرار دیں گے۔لہذا اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کی بنا پر اشیاء کی ایجاد کے قبل اشیاء کی تقدیر کرتا ہے۔ پھر تقدیر کے موافق ایجاد کرتا ہے۔[43]

امام غزالیؒ کا نقطۂ نظر بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی تخلیق قاعدہ الٰہی کے مطابق تمام انسانوں کی مانند ہوئی نہ کہ نورِ الٰہی سے ہوئی۔ لیکن اللہ تعالی نے اپنی تقدیرِ ازلی میں آپ ﷺ کا نبی آخر الزماں ہونا مقدر کر دیا تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی تائید و توثیق کا عہد لیا۔ چنانچہ تمام انبیاء کرام اپنی اپنی امتوں کو نبی آخر الزماں کی آمد کی بشارت دیتے رہے۔ وہ دینِ الٰہی جس کی ابتدا آدمؑ سے ہوئی اسکی تکمیل آپ ﷺ کی بعثت سے ہوئی اور آپ ﷺ سید الانبیاء اور افضل الانبیاء کے درجہ پر فائز ہوئے۔ الغرض تخلیقِ آدم کے وقت آپ ﷺ کے لیے نبوت کا واجب ہونا آپ ﷺ کی افضلیت وعظمت پر دلالت کرتا ہے اور یہی حقیقتِ محمدیہ کا صحیح اور حقیقی تصور ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1 ۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات سیرت (لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار، مئی 2007ء)، ۹۳، ۹۴۔

Ghāzi, Mehmood Ahmes, Dr, Muhazraāte Seerāt, Lahore,Al Faislā nashiraān o Tajerāan kutab,urdu bazar, May 2007. P 93-94

2 ۔ ابن عربی، محی الدین، فتوحات المکیہ (بولاق: دار الطباعۃ الباھرۃ، ۱۸۵۲ء)، ۱۵۹

Ibn e Arābi, Mohiyūddin, Fatūhāat al Makkiyāh, Bolaq, Dar ul Tabaāt al Bahirāh, 1852.p 159

3 ۔ ابن عربی، محی الدین، فصوص الحکم، تحقیق: ابو العلاء العفیفی (بیروت: دار الکتاب العربی، ب۔ت)، ۲۱۴۔

4 ۔ فتوحاتِ مکیہ، ۱۴۰۔

Fatūhaāt al Makkiyāh, p 140

5 ۔ نفسِ مصدر، ۱۳۰۔۱۳۲۔

Fatūhaāt al Makkiyāh, p 130-132

6 ۔ نفسِ مصدر، ۱۳۳۔

Fatūhaāt al Makkiyāh, p 133

7 ۔ ابنِ عربی محی الدین، فصوص الحکم، مترجم: محمد برکت اللہ لکھنوی (لاہور: تصوّف فاؤنڈیشن، ۱۹۹۹ء)، ۶۰۔

Ibn e Arābi, Mohiyuddin, Fāsūs ul Hikām, Lahore, Tsawuf Foundation, 1999,p 60

8 ۔ مولانا عبد الحئ لکھنوی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: حدیث "اول ما خلق اللہ نوری" لفظی اور معنوی طور پر ثابت نہیں ہے اور یہ حدیث "لولاک لما خلقت الافلاک" کی طرح عوام و خواص اور قصہ گو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہو گئی ہے۔ دیکھئے الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، ۳۵۔

Al Asaār al Marfūaāh fi Akhbār al Moūzuāh,p 35

9 - ابن تیمیہ اپنی کتاب 'الرد علی المنطقیین' میں لکھتے ہیں: "ھو حدیث موضوع باتفاق اھل المعرفۃ بالحدیث" دیکھیے: ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم (م۷۲۸ھ)، الرد علی المنطقیین (بیروت، دار المعرفۃ لبنان، س ن)، ۵۱۳، ۲۷۶، ۲۷۵، ۱۹۷، ۱۹۶۔ ۱۵۴؛ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ، تحقیق: محمد رشاد سالم، (جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۶ء)، ۸: ۱۵؛ ابن تیمیہ، قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ، تحقیق: ربیع بن ھادی، (عجمان، مکتبۃ الفرقان، ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۱ء) ۱۶۶۔

Ibn e Taimiyāh, Ahmad bin Abdūl Hāleem, Alrād al Muntāqiyeen, Beirut, Dar ul Mārfat,p 513

10 ۔ مسلم بن حجاج القشیری (م۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ب۔ت)، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسیٰ علیہ السلام، ح ۲۶۵۳۔

Muslim bin Hājaj al Qūshāiri, Al Jamāh al Sāhih, Beruit, Dar Ahyā al Turāth al Arbi

[11] ۔ ابو داود، سلیمان بن الاشعث (م ۲۷۵ھ)، السنن، تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید، (بیروت: المکتبۃ العصریۃ صیدا۔ س ن)، کتاب السنۃ، باب فی القدر، ۴۷۰۰؛ الترمذی، محمد بن عیسی (م ۲۷۹ھ)، الجامع، تحقیق: بشار عواد معروف، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء)، أبواب القدر، باب ۱۶، ح ۲۱۵۵۔

Abū Dawood, Sūlaimān bin Ashās, Al Sūnān, Beruit, Al Maktābah al Asriyāh, p 215

[12] ۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (م ۷۷۴ھ)، البدایۃ والنہایۃ، تحقیق: علی شیری، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء)، ۱:۹۔

Ibn e Kāthir, Ismail bin Umar, Al Badāiyāh wa Al Nihaiyāh, Beruit, Dar Ahyā al Turāthal Arbi, 1408h, v 1,p 9

[13] ۔ فصوص الحکم، ۶۲-۶۴۔

Fāsūs ul Hikām, p 64

[14] ۔ تاریخ الخمیس، ۱:۱۹؛ الحلبی، علی بن برھان الدین (م ۱۰۴۴ھ)، السیرۃ الحلبیۃ، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، (بیروت، دار المعرفۃ، س ن)، ۱:۲۴۰؛ مولانا عبد الحئ لکھنوی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: حدیث "اول ما خلق اللہ نوری" لفظی اور معنوی طور پر ثابت نہیں ہے اور یہ حدیث "لولاک لما خلقت الافلاک" کی طرح عوام وخواص اور قصہ گو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہو گئی ہے۔ دیکھئے الآثار المرفوعۃ فی الأخبار الموضوعۃ، ۳۵۔

Al Hālbi, Ali Būrhān ud Din, Al Seerāh al Halbiyā, Insān al Ayun fi Seerahāt ul Amin al Mamoun, Beruit, Dar al Marifāh, v 1.p 240

[15] ۔ اس حدیث کو متعدد علماء نے موضوع قرار دیا ہے۔ دیکھیے: ابن عراق کنانی، علی بن محمد (م ۹۶۳ھ)، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الأحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ، (القاہرہ: مکتبۃ القاہرۃ بمصر، ب۔ت)، ۱:۳۴۱؛ علی الھندی، محمد طاہر بن علی (م ۹۸۶ھ)، تذکرۃ الموضوعات وفی ذیلھا قانون الموضوعات والضعفاء، (مصر: ادارۃ الطباعیۃ المنیریۃ بمصر ۱۳۴۳ھ)، ۸۶؛ ملا علی قاری، نور الدین علی بن محمد بن سلطان (م ۱۰۱۴ھ)، الاسرار المرفوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ، تحقیق: محمد الصباغ، (بیروت: دار الامانۃ، مؤسسۃ الرسالہ ۱۳۹۱ھ۔۱۹۷۱ء)، ۱۷۹؛ علی القاری الھروی (م ۱۰۱۴ھ)، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع (وھو الموضوعات الصغری)، تحقیق: عبد الفتاح أبو غدہ، (حلب: مکتب المطبوعات الاسلامیۃ بحلب، ۱۹۶۹ء)، ۱۱۶، ۱۱۵؛ العجلونی، اسماعیل بن محمد (م ۱۱۶۴ھ)، کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث۔۔۔، (بیروت: مؤسسۃ مناھل العرفان، ب۔ت)، ۲:۱۳۲؛ أسنی المطالب، ۲۴۳۔؛ الألبانی، محمد ناصر الدین، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ وأثرھا السئی فی الأمۃ، (بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۹۸۵ء)، ۱:۳۱۶؛ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: "اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی علمائے حق میں سے کسی نے اس کو روایت کیا ہے اور نہ ہی یہ قابلِ اعتماد کتب میں موجود ہے بلکہ یہ حدیث باطل ہے۔" دیکھیے: ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم (م ۷۲۸ھ)، عرش الرحمن وما ورد فیہ من الآیات والاحادیث، (مصر: مکتبۃ المنار بمصر، ب۔ت)، ۶۳۔

[16] ۔ القسطلانی، أحمد بن محمد شہاب الدین ابو العباس (م ۹۲۳ھ)، المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۶ء)، ۱:۲۷۔

Al Qastlāni, Ahmad bin Shahābuddin abu al abbās, Al Māwāhub al diniyāh bilmānh al Mūhamdiyāh, Berūit, Dar al kutub al Ilmiyāh,1996, v1,p 27

[17] ۔ المقریزی، احمد بن علی (م ۸۴۵ھ)، امتاع الاسماع بما للنبی من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، تحقیق: محمد عبد الحمید النمیسی، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۰ھ)، ۳:۱۷۳۔

Al Muqrāizi, Ahmad bin Ali, Imtā al Asmāh bi ma lil nabi min ahwāl wa alamwāal wal hifdāh wal matāh, Beruit, Dār al kutub al Ilmiyāh, 1420h, v3,p 173

[18] ۔ ایضاً، ۱:۳۴۔؛ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم (م ۷۲۸ھ)، عرش الرحمن وماورد فیہ من الآیات والاحادیث، (مصر: مکتبۃ المنار بمصر، ب۔ت)، ۲:۹۲، ۹۱؛ الخرکوشی، عبد الملک بن أبی عثمان محمد بن ابراھیم الخرکوشی النیسابوری (م ۴۰۶ھ)، شرف المصطفیٰ، تحقیق: ابوعاصم نبیل بن ھاشم الغمری، (دار البشائر الاسلامیۃ، ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳ء)، ۱:۳۰۰؛ السمہودی، علی بن أحمد نورالدین (م ۹۱۱ھ)، وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی، تحقیق: محمد محی الدین، (ریاض: دار النفائس، ۱۹۵۵ء)، ۱:۳۲؛ الشامی، محمد بن یوسف الصالحی (م ۹۴۲ھ)، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود، علی محمد معوض، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۳ء)، ۱:۶۸؛ تاریخ الخمیس، ۱:۲۱؛ المدخل (ابن الحاج)، ۲:۳۵۰؛ ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی، أبو الفرج (م ۵۹۷ھ)، الوفا بأحوال المصطفی، تحقیق: مصطفی عبد الواحد، (باکستان: المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ لائلغور باکستان، ۱۳۹۷ھ)، ۱:۳۴؛ السیرۃ الحلبیۃ، ۱:۲۳۹؛ معین الدین کاشفی الھروی، معارج النبوۃ، (پاکستان: مکتبۃ نوریۃ رضویۃ وکٹوریۃ مارکیٹ سکھر، ۱۳۹۸ھ۔۱۹۷۸ء)، ۱:۲۴؛ امتاع الاسماع، ۳:۱۹۰۔

Ibn Tāmiyāh, Ahmad bin Abdul Hāleem, Arsh ul Rahmaān min al Ayaāt wa Al Hadith, Misar, Maktābah al Manār, v 2, p 91

[19] ۔ الزرقانی، محمد بن عبد الباقی (م ۱۰۹۹ھ)، شرح العلامہ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۶ء)، ۱:۸۳۔

Al zarqaāni, Muhammad bin Abdula Bāqi, Shāhrh ul Allama Zarqaāni al Māwāhib al Diniyyāh, Beruit, Dar al kutub al Ilmiāh, 1996, v 1, p 83

[20] ۔ المواھب اللدنیۃ، ۱:۳۵؛ قاضی عیاض بن موسیٰ (م ۵۴۴ھ)، الشفاء بتعریف حقوقِ مصطفیٰ، تحقیق: علی محمد البجاوی، (قاھرۃ: مطبعۃ عیسی البابی وشرکاہ، ۱۳۹۸ھ۔۱۹۷۷ء)، ۱:۲۲۸؛ نزھۃ الناظرین، ۱۶–۱۸؛ الھیثمی، نورالدین علی بن أبی بکر (م ۸۵۷ھ)، مجمع البحرین فی زوائد المعجمین، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۸ء)، ۳:۳۵۸؛ النبہانی، یوسف بن اسماعیل (م ۱۳۵۰ھ)، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ، (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی واولادہ، ۱۹۶۰ء) ۱:۲۵۵؛ ۲:۲۲۲۵؛ امتاع الاسماع، ۳:۱۸۸۔

Al Māwāhib al Diniyyāh, v 1, p 35

21 ۔ تذکرۃ الموضوعات، ۱۶؛ کشف الخفاء، ۲: ۱۶۴؛ الشوکانی، محمد بن علی (م ۱۲۵۰ھ)، الفوائد المجموعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ، تحقیق: عبد الرحمن بن یحیی الیمانی، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۳۸۰ھ۔ ۱۹۶۰ء)، ۳۲۶؛ محمد سعود عالم قاسمی، فتنہ وضعِ حدیث اور موضوع احادیث کی پہچان، (لاہور: الاسلامی اکادمی اردو بازار)، ۱۴۱۔

Kāshf ul Khifā, v 2, p 164

22 ۔ المواہب اللدنیۃ، ۱: ۳۶؛ العامری، عماد الدین یحیی بن ابو بکر (م ۸۹۳ھ)، بھجۃ المحافل وبغیۃ الأماثل فی تلخیص المعجزات والسیر والشمائل، تحقیق: شیخ زکریا عمیرات، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء)، ۱: ۱۵۔

Al Māwāhib al Diniyyāh, v 1, p 36

23 ۔ تاریخ الخمیس، ۱: ۲۰، ۱۹؛ کشف الخفاء، ۱: ۲۶۵؛ معارج النبوّۃ، ۱: ۶۔

Kāshf ul Khifā, v 1, p 265

24 ۔ فتنۃ وضع حدیث، ۲۱؛ اس حدیث کے متعلق علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں: "زرقانی وغیرہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے مگر افسوس ہے کہ اس کی سند نہیں لکھی۔ اس لیے اس روایت کی تنقید نہ ہو سکی۔ اصولی حیثیت سے اس روایت کے تسلیم کرنے میں مجھے پس وپیش ہے۔" دیکھیے: شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النبی ﷺ (لاہور: ادارہ اسلامیات، ب۔ت)، ۳: ۴۱۴؛ علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے۔ دیکھیے: السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، الحاوی للفتاوی فی الفقہ وعلوم التفسیر، (مصر: مطبعۃ السعادۃ، ۱۹۵۹)، ۱: ۵۰۱، ۵۰۰؛ نیز شیخ عبد اللہ بن صدیق نے اس حدیث کے موضوع ہونے سے متعلق ایک رسالۃ لکھا ہے جس کا نام "مرشد الحائر لبیان وضع حدیث جابر" ہے۔ اس کا تذکرہ محمد عبد العزیز خالدی نے جو کہ شرح الزرقانی کے محقق ہیں اس شرح کے حاشیہ میں کیا ہے۔ دیکھئے: شرح الزرقانی، ۱: ۸۹۔

Fitnāh Wazāh al Hadith, p 21

25 ۔ المواہب اللدنیۃ، ۱: ۳۹۔؛ الشفاء، ۱: ۱۰۹؛ تاریخ الخمیس، ۱: ۲۱؛ شرف المصطفیٰ، ۱: ۳۰۴؛ کشف الخفاء، ۱: ۲۶۶؛ السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، الدر المنثور فی تفسیر المأثور، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۱ھ ۔ ۱۹۹۰ء)، ۳: ۵۲۶؛ الآجری، محمد بن الحسین ابو بکر (م ۳۶۰ھ)، الشریعۃ، تحقیق: ولید بن محمد بن نبیہ، (قاھرۃ: موسسۃ قرطبۃ الطباعۃ والنشر والتوزیع ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء)، ۲: ۲۵۱ (۱۰۱۷)؛ السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۹، ۴۸۔

Al Māwāhib al Diniyyāh, v 1, p 39

26 ۔ المواہب اللدنیۃ، ۱: ۳۹؛ السیرۃ الحلبیۃ، ۱: ۲۴۱۔

Al Māwāhib al Diniyyāh, v 1, p 39

27 ۔ سیرت النبی ﷺ، ۳: ۴۱۴۔

Seerat un Nābbi, v 3, p 414

28 ۔ المواہب اللدنیۃ، ۱: ۵۲۔

Al Māwāhib al Diniyyāh, v 1, p 52

[29] ۔ الذھبی، محمد بن أحمد (م ۷۴۸ھ)، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، (قاھرۃ: مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظہ مصر لصاحبہا محمد اسماعیل، ۱۳۲۵ھ)، ۷: ۳۳۵ (۱۰۰۱۴)؛ ابن حجر، أحمد بن علی العسقلانی (م ۸۵۲ھ)، لسان المیزان، تحقیق: محمد عبد الرحمن المرعیشی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۶ء)، ۴: ۱۵۷ (۴۸۴۶)؛ الجرجانی، ابن عدی (م ۳۵۶ھ)، الکامل فی ضعفاء الرجال، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۷ء)، ۲: ۲۰۷؛ ابن حجر، أحمد بن علی العسقلانی (م ۸۵۲ھ)، تھذیب التھذیب، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۴ء)، ۱۲: ۲۷ (۸۳۰۳)؛ عبد العزیز عز الدین السیروان، المجموع فی الضعفاء والمتروکین، (بیروت: دار القلم، ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۵ء)، ۲۵۴ (۶۶۸)۔

Al Zāhbi, Mūhammad bin Ahmad, Meezān ul Aitdāl nāqd ul Rijaāl, Qaira, matbāh ul saādah, 1325h, v 7, p 335

[30] ۔ المواھب اللدنیۃ، ۱: ۳۵؛ السیرۃ الحلبیۃ، ۱: ۹۷۔

Al Māwāhib al Diniyyāh, v 1, p 35

[31] ۔ شرح الزرقانی، ۱: ۱۶۲۔

Shrāh ul Zarqaāni, v 1, p 162

[32] ۔ المواھب اللدنیۃ، ۱: ۳۳۔

Al Māwāhib al Diniyyāh, v 1, p 33

[33] ۔ شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین، مترجم: سعادت کونین، (دہلی، مطبع احمدی، س۔ن)، مشہد ۱۰ص، ۲۹۔

Shāh Walli Ullah, Fiuzul Haramāin, Delhi, Maktbāh Ahmadi, p 29

[34] ۔ شاہ ولی اللہ، التفہیمات الالہیہ، مترجم: مولانا عقیدت اللہ قاسمی، عکس پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۱۸ء، ۲: ۲۲۔

Shāh Walli Ullāh, Al tafhimaāt al Ilahiyāh, Aks publications, Lahore, 2018, v 2, p 22

[35] ۔ عبد الحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، مترجم: عبد المصطفے اشرف (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، س۔ن)، ۱: ۱۔

Abdūl Haq Muhaddis Dehlāwi, Madaraj al Nūbuwāt, Lahore, Maktabah Islamiyāh, v 1, p 1

[36] ۔ تھانوی، اشرف علی (م ۱۹۴۳ء)، مولانا، نشر الطیب فی ذکر النبیؐ الحبیب، (کراچی: مکتبۃ البشری، ۲۰۱۴ء)، ۱۲۔

Ashraf ali Thānvi, Nashr al Teeb fi zikr al nābbi al hābib, Karachi, Maktabāh al bashri, 2014, p 12

[37] ۔ طاہر القادری، علامہ، سیرۃ الرسول، (لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ۲: ۱۹۸۔

Tahir ul Qadri, Seerat al Rasool, Lahore, Minhaj ul Quran Publications, 2000, v 2, p 198

[38] ۔ آل عمران، ۳: ۸۱۔

Al Imrān, 3; 81

[39] ۔ أحمد بن حنبل، (م ۲۴۱ھ) المسند، تحقیق: شعیب الأرنؤوط۔ عادل مرشد، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۱ء، ۱۴۲۱ھ)، باب حدیث العرباض بن ساریۃ، ۱۶۳/۱۷۱۔

Ahmad bin Hanbāl, Al Musnad, Beruit, Mosissāt ul risāalah, 2001, p 171

[40] ۔ البخاری، محمد بن اسماعیل (۲۵۶ھ)، التاریخ الکبیر، (دکن، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد)، ۷، ۱۶۰۷/۳۷۴۔

Al Bukhāri, Muhammad bin Ismāeel, Al Tāreekh ul Kabir, Dakan, Dairā tul māarif al usmāniyā, 1407h, v 7, p 374

[41]۔ الترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ(م۲۷۹ھ)، السنن، تحقیق:بشار عواد معروف،(بیروت:دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء)، أبواب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ،۳۶۰۹۔

Al Tirmzi, Muhammad bin isā, Al Sunān,Beruit, Dār ul Gharab al islāmi, 1998, v 2, p 361

[42]۔ المواہب اللدنیۃ،۳۱،۳۰۔

Al Māwāhib ul Diniyyāh, p 30-31

[43]۔ نفسِ مصدر،۳۱۔